© rasailojaraid.com

فوجیں پھر واپس آسکتی ہیں اور اس شان کے ساتھ کہ مصر کو مجبوراً بین الاقوامی پولس (فوج) کو اپنے حدودِ مملکت میں آنے اور قیام کرنے کی تجویز کو منظور کرنا پڑا ہے تو کل "اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے" کا عمل دوسرے ملکوں میں بھی بہت آسانی سے دہرایا جا سکتا ہے۔ "فہل من مدکر"

گذشتہ مہینہ مولانا عبد السلام ندوی کی وفات اردو زبان کے علمی اور ادبی حلقوں کے لئے ایک بڑا الم ناک سانحہ ہے۔ مرحوم کا سب سے بڑا وصف اور کمال جس میں مشکل سے ہی کوئی اُن کا حریف ہوگا یہ تھا کہ وہ صرف ایک نامور مصنف۔ بلند پایہ ادیب اور نقدِ سخن کے بہترین جوہری تھے، اس حیثیت سے وہ شبلیِ علم و ادب کو مخاطب کرکے بجا طور پر کہہ سکتے تھے کہ "سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا"، ۱۹۲۶ء میں امرتسر میں ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ کے موقع پر راقم الحروف کو مولانا ابو الجلال ندوی اور مولانا نور الحق ندوی جو اُس وقت نئے نئے مصر سے واپس آئے تھے ان دونوں کی معیت میں مولانا مرحوم سے ملاقات کا پہلا اور آخری بھی شرف حاصل ہوا تھا۔ یہ ملاقات جس طرح ہوئی۔ مولانا کو جس وضع قطع میں دیکھا اور اُن سے جو گفتگو ہوئی۔ اگر کوئی اور ہوتا تو یقیناً بدگمان ہوجاتا لیکن میرے دل پر اُس کا خاص اثر ہوا۔ اور اُن کے فطری مصنف اور ادیب ہونے کا جزم ہوگیا اور بے ساختہ زبان سے تمکین دہلوی کا یہ شعر نکل گیا۔

آنکھ پڑتی ہے کہیں یاد کہیں پڑتا ہے سب کی ہے تم کو خبر۔ اپنی خبر کچھ بھی نہیں

مرحوم کی عبارت سادہ مگر شگفتہ اور بہت سلجھی ہوئی ہوتی تھی۔ جس موضوع پر گفتگو کرتے تھے اُس کے تمام پہلوؤں کا مکمل تجزیہ کرکے ہر ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کرتے تھے اس لئے اُن کا طرزِ نگارش صرف پڑھنے میں دل چسپ و دل نشین نہیں تھا بلکہ یقین آفریں بھی تھا۔ مولانا شبلی نے اپنے شاگرد کے اس وصفِ طبعی کو پہلے ہی تاڑ لیا تھا اور وہ اس کے بڑے قدر دان تھے۔ چنانچہ اُن کے مکاتیب میں مرحوم کی نسبت جو حوصلہ افزا تاثرات و خیالات ملتے ہیں وہ اُن کے کسی دوسرے شاگرد یہاں تک کہ سید صاحب کے متعلق بھی نہیں ملتے۔ بیسیوں مقالات کے علاوہ مرحوم کی مستقل تصنیفات جو تاریخ و فلسفہ۔ اخلاق۔ شعر و ادب اور تنقید سے متعلق ہیں اردو و ادب کا ایسا قیمتی سرمایہ ہیں کہ زمانہ

© rasailojaraid.com